

کا حکم ہے۔ آپ ماشاء اللہ خود حافظ قرآن ہیں اس لیے یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ والدین کی اطاعت کا حکم معروف میں ہے، مذکور میں نہیں۔ حدیث شریف نے اس بات کو یوں واضح کر دیا ہے کہ لاطاعة لمخلوق فی معصیۃ الخالق، یعنی اللہ تعالیٰ کے کسی حکم کی رُوگردانی ہوتی ہو تو کسی حاکم کی اطاعت نہیں ہوگی۔

ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ آپ کے والدین آپ کو اپنے گھر کی عزت بڑھانے کے لیے یہوی سے پرده کروانے پر ابھارتے اور اس پر اصرار کرتے۔ لیکن اگر انہوں نے ایسا نہیں کیا اور ایک غیر اسلامی عمل کرنے کا حکم دیا تو ان کے حکم کی پیروی اللہ کے حکم کی خلاف ورزی ہوگی۔ یقیناً یہ بات ان کے علم میں نہیں ہوگی ورنہ وہ نہ خود کو اور نہ آپ کو اور آپ کی یہوی کو حکم قرآنی کی خلاف ورزی پر مجبور کرتے۔

گوئی قانون سے لاعلمی انسان کو قانون ٹھنی کے الزام سے بری نہیں کر دیتی لیکن یہ جان لینے کے بعد کہ والدین نے آپ کو اللہ کے حکم کے منافی کام پر مجبور کیا، آپ کا فرض بن جاتا ہے کہ والدین کو بھی عزت و احترام اور محبت کے ساتھ ان کی غلطی سے آگاہ کریں اور خود بھی اپنی اصلاح کر لیں۔ رہا سوال والدین کا آپ سے ایک غلطی کروانے پر جواب دی کا معاملہ تو اس پر غور کیجیے کہ اگر آپ اپنے والد یا یہوی یا کسی دوست کے دباؤ میں آ کر اپنے پڑوی کو لاٹھی مار کر مجرور حکم دیں تو کیا ذمہ داری صرف آپ کے والد یا دوست کی ہوگی یا آپ بھی ایک عاقل بالغ شخص ہونے کی بنا پر یکساں اس ظلم کے ذمہ دار ہوں گے؟

واضح قرآنی ہدایات کے بعد یہ پوچھنے کی ضرورت نہیں رہ جاتی کہ اب آپ کو کیا کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں دینی احکام پر چلنے اور جاہلی رسوم و رواج سے بچنے اور انھیں رُد کر کے خالق کی بندگی میں آنے کی توفیق دے۔ (پروفیسر ڈاکٹر انیس احمد)

عورت کی کمائی اور جایادہ

س : میں ورکنگ و مدن کے بارے میں اسلام کے حوالے سے آپ کی ماہراں رائے

معلوم کرتا چاہتی ہوں۔ اسلام کا اس حوالے سے کیا تقطیر نظر ہے کہ اگر خاوند اور بیوی دونوں کمار ہے ہوں اور خاوند اپنی کمائی سے اپنے والدین کی دیکھ بھال کرتا ہے اس لیے کہ وہ ان کا بیٹا ہے اور یہ اس کی ذمہ داری ہے لیکن اگر بیوی اپنی کمائی سے اپنے والدین کی مدد کرے تو کیا یہ اس کی ذمہ داری نہیں ہے؟ جب کہ وہ اپنے والدین کی اپنے خاوند کی کمائی میں سے کوئی مدد نہ کر رہی ہو؟ اگر وہ اپنے خاوند کی اجازت کے بغیر اپنے رشتہ داروں کی مدد کرے تو اس کے بارے میں اسلام کیا کہتا ہے؟ کیا عورت کی ذاتی جاییداد کا بھی کوئی تصور ہے؟ اگر عورت کام کرتی ہے تو اس کے خاوند کو کچھ قربانی بھی کرنا پڑتی ہے وہ گھر کی دیگر ذمہ داریوں میں ہاتھ بٹاتا ہے۔ کیا عورت اس تعاون کی بنا پر اپنی مرضی سے اس پیسے کو اس لیے خرچ نہیں کر سکتی کہ یہ دونوں کی مشترکہ کمائی ہوتی ہے؟ والدین اپنی بیٹی کی تعلیم و تربیت پر رقم صرف کرتے ہیں، اسے محبت سے پروان چڑھاتے ہیں، اس کی شادی کرتے ہیں لیکن شادی کے بعد وہ ان کی کوئی خدمت کیا جھض اس لیے نہیں کر سکتی کہ وہ ان کا بیٹا نہیں ہے؟

ایک اور سوال کی بھی وضاحت فرمادیں کہ اگر کوئی عورت امیر ہے، اس کی ملکیت میں گھر، زمین اور زیورات ہیں اور اس کی صرف ایک بیٹی ہے۔ اس کی موت کے بعد اس کے خاوند بیٹی اور رشتہ داروں میں یہ جاییداد کیسے تقسیم ہوگی؟ وہ اپنی زندگی میں اپنے خاوند یا کسی دوسرے کو کتنا حصہ تحفتوں دے سکتی ہے؟ کیا ایک تھائی؟ کیا وہ اپنے خاوند کی مرضی کے بغیر اتفاق فی سبیل اللہ کر سکتی ہے؟

ج: آپ کے سوال کے دو حصے ہیں۔ ایک کا تعلق شوہر اور بیوی دونوں کے ملازمت یا کاروبار کرنے کی صورت میں ملکیت اور حقوق و فرائض سے ہے اور دوسرا کا ملکیت کی تقسیم اور میراث سے۔ یہ بات کسی تعارف کی محتاج نہیں کہ قرآن کریم نے خاندان میں شوہر کی سربراہی کو جن وجوہات کی بنا پر فضیلت دی ہے ان میں سے ایک اس کا خاندان کو معاشری تحفظ فراہم کرنا ہے، چنانچہ وہ اپنی بیوی اور بچوں کی پرورش، رہائش، تحفظ، جسمانی اور اخلاقی ضروریات پوری کرنے کے لیے ذمہ دار بنا گیا ہے۔ اس بنیادی حق کے ساتھ جس کی طرف (سورہ النساء: ۳۲: ۳۲) میں

اشارہ ہے، قرآن کریم نے والدین پر خرچ کرنے کا واضح حکم بھی دیا ہے۔ لوگ پوچھتے ہیں، ہم کیا خرچ کریں، جواب دو کہ جو مال بھی تم خرچ کرو اپنے والدین، رشتے داروں پر، قبیلوں اور مسکینوں اور مسافروں پر خرچ کرو اور جو بھائی بھی تم کرو گئے اللہ اس سے باخبر ہو گا،“ (البقرہ: ۲۱۵)۔ اس خصوصی ہدایت کے ساتھ عمومی اصول یہ ہے کہ دیا گیا کہ والدین کے ساتھ احسان کارویٰ یعنی احترام، محبت اور ان پر خرچ کرنے کا رویہ اختیار کیا جائے (بنی اسرائیل: ۱: ۲۳-۲۴، العنكبوت: ۲۹: ۸ اور لقمان: ۳: ۱۲)۔ حقوق و فرائض کے بارے میں اسلام کا اصول بڑا واضح ہے اور اس میں مسئلہ کسی انتخاب کا نہیں ہے کہ اگر آدمی نماز پڑھ لے تو روزے سے اپنے آپ کو فارغ سمجھ لے بلکہ اسے چاہیے کہ حقوق الہی کے ساتھ حقوق العباد بھی پورے کرے۔ چنانچہ یہ مفروضہ کہ شوہر اپنی کمائی اپنے والدین پر خرچ کرے اور یہوی گھر کا خرچ چلانے اسلامی اصول کے منافی ہے۔ یہوی اور بچوں کو نفقة فراہم کرنا شوہر کا فرض ہے، احسان نہیں۔ ہاں، اگر یہوی باہمی مشاورت و اتفاق سے ملازمت یا کاروبار کرتی ہے اور اپنی خوشی سے بغیر کسی مطالبے یا دباؤ کے گھر یا بچوں اور شوہر پر خرچ کرتی ہے تو یہ اس کی طرف سے ایک صدقہ ہے۔ وہ اس کے لیے مکلف نہیں ہے۔ ایک صحابیہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتی ہیں اور کچھ صدقہ کرنا چاہتی ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ تمہارا شوہر غریب ہے اس پر خرچ کرو۔ گویا اس طرح ان صحابیہ کو صدقہ کا اجر بھی ملا اور شوہر کی امداد بھی ہوئی۔

یہاں یہ بات بھی واضح رہے کہ چونکہ یہوی معاشی و سائل فراہم کرنے پر مکلف نہیں ہے اس لیے اگر وہ کوئی کام کرتی ہے جس سے اس کی گھر بیوڈمہ داریاں، یعنی بچوں کی تربیت اور شوہر کے حقوق متاثر ہوتے ہیں تو اولیت بچوں اور شوہر کے حقوق کی ہوگی۔ مگر جیسا کہ عرض کیا گیا باہمی مشاورت سے اور حقوق کے متاثر ہوئے بغیر وہ کوئی کام کر سکتی ہے تو اسے اس کی پوری آزادی دی گئی ہے اور اس کے حق ملکیت کو تسلیم کیا گیا ہے۔ حق اکتساب کو قرآن کریم نے سورۃ النساء (۳۲: ۲) میں تسلیم کیا ہے اور حق ملکیت ہی کی بنا پر مومنات پر زکوٰۃ فرض کی ہے اور نہ ان کے ترکے سے شوہر یا اولاد کوئی حصہ نہ پاسکتے تھے۔

شوہر اور یہوی کے باہمی مشاورت و اتفاق کے بعد ایک خاتون جو کچھ کماتی ہے اس کی

مالکہ وہ خود ہی ہوگی، شوہر اس کا مالک نہیں بن سکتا۔ اس لیے اگر یہوی اپنی کمائی اپنے والدین پر اولاد پر یا شوہر پر خرچ کرتی ہے تو اسے اس کا پورا حق حاصل ہے۔ شوہر یہوی کو جو کچھ خرچ گھر کے لیے دیتا ہے یا کوئی رقم ہر ماہ بطور جیب خرچ دیتا ہے اور یہوی اس جیب خرچ کو اپنے اوپر خرچ کرنے کے بجائے اپنے والدین پر یا گھر کے کسی کام پر خرچ کرتی ہے تو یہ اس کا اپنا فیصلہ سمجھا جائے گا۔ اسے اپنے جیب خرچ کے صرف کے لیے شوہر کی اجازت کی ضرورت نہیں۔ ایسے ہی اگر شوہر ایک مقررہ رقم یہوی کی صوابدید پر چھوڑ دیتا ہے کہ وہ اسے گھر میں خرچ کرے یا اپنے اوپر یا کسی اور پر تو اس شکل میں بھی یہوی پر کوئی اخلاقی یا قانونی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی۔ لیکن اگر شوہر نے متین طور پر ایک رقم صرف گھر میں کھانے پینے اور کپڑوں وغیرہ کے لیے یا بچوں کی تعلیم اور صحت کے حوالے سے دی ہے تو وہ اسی کام میں صرف کی جائے گی، اسے وہ اپنے والدین پر خرچ نہیں کر سکتی جب تک شوہر یہوی کو اس کی اجازت نہ دے کہ وہ جہاں اور جس طرح چاہے اس کی دی ہوئی رقم کو خرچ کر سکتی ہے۔

اگر یہوی گھر سے باہر کام کرتی ہے اور شوہر گھر کے معاملات میں ہاتھ بناتا ہے تو یہ کوئی احسان نہیں ہے بلکہ اس کا فرض ہے اور اس وقت بھی فرض ہے جب یہوی گھر سے باہر کام نہ کر رہی ہو۔ حدیث سے ثابت ہے کہ حضور نبی کریمؐ نے امہات المؤمنین کا ہاتھ گھر کے کاموں میں بیایا، جب کہ وہ درکنگ ویسیں تھیں۔ اس لیے اگر کوئی شوہر گھر کے کاموں میں یہوی کی مدد کرتا ہے تو سنت کی پیروی کرتے ہوئے یہوی سے نبی اللہ سے اجر کا مستحق بنتا ہے بلکہ اسے یہوی کا شکرگزار ہونا چاہیے کہ گھر کے کاموں میں ہاتھ بنانے کی بنا پر اسے ایک سنت نبوی پر عمل کا موقع مل سکا۔ اگر گھر کے کام میں مرد کا ہاتھ بٹانا آپؐ کے خیال میں اتنا بڑا تعاقون ہے کہ وہ اپنی یہوی کی محنت کی کمائی میں حق دار بن جائے تو پھر شوہر جو گھر کے باہر کام کرتا ہے اس کی کمائی میں یہوی کو جو اس کی اولاد اور گھر کی نگرانی کرتی ہے شریک اور حق دار کیوں نہ تصور کیا جائے؟

جہاں تک تھا ایک بڑی کے وارث ہونے کا سوال ہے سورۃ النساء کی آیت نمبر ۱۱ میں وضاحت ہے کہ ”اگر ایک بھی بڑی کے وارث ہو تو آدھا تر کہ اس کا ہے (۱۱:۲)۔ رہا ایک فرد کی زندگی میں اپنی ملکیت کو تقسیم کرنا تو وہ اس کے لیے مختار ہے لیکن نیت جائز و رشاع کو محروم کرنے کی بنے

ہوا اور اولاد میں تقسیم کی جائے تو عدل کی بنیاد پر ہو، کسی کو دوسرے پروفیت نہ دی جائے۔ اس میں ۱/۳ اکی قید نہیں ہے۔ یہ قید وصیت میں ہے کہ ایک فرد اپنے ترک میں حد سے حد ایک تھا ای کی وصیت کر سکتا ہے کہ کسی عزیز کو یا کسی نیک کام میں اسے دیا جائے۔ دو تھا ای کی تقسیم ہر حال اسلام کے قانونی و راثت کے مطابق کی جائے گی۔ ایک خاتون اپنی ملکیت میں سے جتنا چاہے اللہ کی راہ میں خرچ کر سکتی ہے۔ آخر حضرت زینبؓ کے بارے میں کہا جاتا تھا کہ ان کے ہاتھ لبے تھے یعنی وہ امہرات المؤمنین میں اتفاق فی سبیل اللہ کرنے والوں میں بڑھ کر تھیں۔ ایک امیر خاتون اپنی زندگی میں اپنی ملکیت میں سے اپنے شوہر یا اولاد یا والدین یا اقربا میں سے جسے چاہتی ہو بلا قید دے سکتی ہے اور ایسے ہی اپنی ملکیت میں سے اتفاق فی سبیل اللہ کے لیے کسی اجازت کی محتاج نہیں ہے۔ (۱-۱)

”سورہ“ کی رسم کی شرعی حیثیت

س : ہزارے ہاں ایک رواج ”سورہ“ معروف ہے جس میں کسی قاتل یا زیادتی کرنے والے شخص کی بیٹی یا بہن کو بطور جرم انہ مقتول پارٹی کے کسی فرد کے نکاح میں دے دیا جاتا ہے۔ شریعت میں اس کا کیا حکم ہے؟

ج : آپ نے پشتوں کے جس رواج کی طرف اشارہ کیا ہے کہ کسی بھی جرم کے ارتکاب کے تیجے میں جرم کو مالی تاوان کے علاوہ بعض اوقات اپنے گھرانے کی ایک یا زیادہ لڑکیاں بھی بطور تاوان دوسرے فریق کو نکاح میں دینا پڑتی ہیں اور اس کو مقامی اصطلاح میں ”سورہ“ کہا جاتا ہے۔ یہ رسم اگرچہ مقامی قبائلی لوگوں نے اس لیے قائم کی کہ اس طرح دو خاندانوں کی باہمی رقبابت اور دشمنی کو رشتے کے ذریعے سے دوستی میں بدل دیا جائے اور خونی رشتہ قائم ہو جانے کے بعد وہ ایک دوسرے سے مل کر شیر و شکر ہو جائیں۔ لیکن اس میں ایک پہلو جوانسماں تحقیر کا ہے وہ قابل توجہ ہے۔ ایک جرم کے جرم کی سزا اس کی بہن یا بیٹی کو اس طرح دی جاتی ہے کہ وہ چاہے یا نہ چاہے لیکن اس لڑکی کو تاوان کے طور پر دوسرے فریق کے نکاح میں دے